5-5-2019

دورہ قرآن(2019)

پارہ نمبر 13(وَمَآ أُبَرِّئُ)

قرآن مجید کا سیکھنا اور سکھانا بہترین عمل ہے۔

✷ عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

خيركم من تعلم القرآن وعلمه

تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اس کی تعلیم دے (یعنی دو میں سے ایک کام ضرور کرنا چاہیے یا طالب علم بنے رہیں یا مُعلِم بنیں)

قرآن کے پڑھنے پڑھانے والے لوگ اللہ کے خاص لوگ ہوتے ہیں۔

✷ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک لوگوں میں سے کچھ اہل اللہ ہوتے ہیں۔

✷ آپ ﷺ سے پوچھا گیا **ان میں سے کون اہلُ اللہ ہوتے ہیں؟** آپ ﷺ نے فرمایا: اہل قرآن اہلُ اللہ ہیں اور اس کے خاص لوگ ہوتے ہیں۔

یعنی جن لوگوں کا تعلق قرآن مجید سے مضبوط ہوتا ہے وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ VIP ہوتے ہیں۔

قرآن کی بدولت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

✧ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جو شخص قرآن سے محبت کرتا ہے وہ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

اور یہ دونوں محبتیں ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔

✷ ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا کہ مجھے کوئی وصیت کریں تو میں نے کہا تم نے جو سوال مجھ سے کیا ہے میں نے تم سے پہلے یہی سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی بنیاد ہے اور جہاد کو لازم پکڑ لو کہ وہ اسلام کی رہبانیت ہے اور اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کا اہتمام کیا کرو کیونکہ وہ آسمان میں تمہارے لیے باعث رحمت اور زمین میں تمہارے لیے باعث تذکرہ ہے اور قرآن کی بدولت مطلوبہ چیز کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

✧ امام ابراہیم مَقدَسی اپنے شاگرد عباس بن عبد الدائم کو وصیت کیا کرتے تھے کہ:

قرآن کی کثرت سے تلاوت کرو اور اسے ترک نہ کرو، تو تم جو طلب کرنا چاہتے ہو وہ تمہارے لیے اتنا ہی آسان ہو جائے گا جتنی تم قرآت کرو گے۔

یعنی تمہاری قرآت کی مقدار کے مطابق، تمہارے قرآن سے تعلق کے مطابق تمہاری چیزیں تمہارے لیے آسان ہو جائیں گی، کام تمہارے لیے آسان ہو جائیں گے، تمہارے مقاصد پورے ہو جائیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس رمضان میں اور اس کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سورت یوسف

❖ آیت 53

یوسف علیہ السلام اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر چہ میری صفائی پیش ہو چکی ہے اس کے باوجود میں اپنے آپ کو، اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔

قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ بھی ہمیں یہ ہدایت دی گئی ہے۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ (سورت النجم 32)

اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو۔

اپنے آپ کو بہت نیک نہ سمجھو، اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہ سمجھو، ہر انسان کسی نہ کسی درجے پر کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی غلطی کا شکار ہو جاتا ہے، اور جو جتنا زیادہ تقوی رکھتا ہے، جتنا زیادہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی ڈرتا ہے اور اس کو اتنی ہی زیادہ اپنی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں اور ان غلطیوں کی بناء پر ہی وہ اللہ سے ڈرتا ہے کہ میں نے اللہ کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور بہت سی کوتاہیاں کی ہیں۔

یوسف علیہ السلام ایک عظیم انسان تھے اگر چہ وہ انتہائی صابر اور متقی انسان تھے لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دیتے اور برائی کی نسبت نفس کی طرف کرتے ہیں کہ نفس تو اکثر برائی کی طرف اکساتا رہتا ہے لیکن جس پر میرے رب کی رحمت ہو۔یعنی انسان اپنے نفس کی شرارت سے صرف اسی وقت بچ سکتا ہے جب اللہ کی رحمت ہو انسان پر، ورنہ انسان اپنے ہی نفس سے دھوکہ کھاجاتا ہے اور غلط چیز کو خوبصورت سمجھ کر، اچھا سمجھ کر، فائدہ مند سمجھ کر اس کو کر بیٹھتا ہے چاہے اس کے بعد اس کو ندامت ہی کیوں نہ ہو۔

عام طور پر نفس کی تین اقسام بتائی جاتی ہیں:

نفس امّارۃ: جو گناہوں کا حکم دیتا ہے یا ابھارتا ہے۔

جب انسان برائی کر بیٹھتا ہے تو

دوسرا نفس لوّامۃ ہوتا ہے جو برائی پر اس کو ملامت کرتا ہے۔

تیسرا نفس مطمئنۃ ہوتا ہے کہ جب انسان توبہ کر لیتا ہے تو ہی نفس مطمئن ہوتا ہے یا پھر خیر، یا نیکی کے کام ہی انسان کے نفس کو نفس مطمئنۃ بناتے ہیں۔

اور ہم سب کو اس کا ارادہ کرنا چاہیے، اس کی کوشش کرنی چاہیے اور ہر وقت اپنے اندر کو چیک کرتے رہنا چاہیے، محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ **کیا میرے اندر کا نفس، نفس مطمئنہ ہے یا نہیں؟** کیونکہ مرتے وقت نفس مطمئنہ کو ہی فرشتے یہ خوشخبری دیں گے۔

ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً سورت الفجر 28

چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو ﴿اپنے انجام نیک سے﴾ خوش ﴿اور اپنے رب کے نزدیک﴾ پسندیدہ ہے۔

نفس مطمئنہ اس کو حاصل ہوتا ہے جو اپنے رب سے راضی ہوتا ہے اور رب بھی اس سے راضی ہوتا ہے۔

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

اور یہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب بندہ رب کی رضا کے کام کر تا رہے۔ ہم سب کو دعا بھی کرنی چاہیے اور اس کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے۔ نفس میں کسی بھی وقت کوئی ہل چل ہو تو واپس اس کو نفس مطمنہ کی طرف لانا چاہیے۔ چاہے اللہ سے توبہ کرنا ہو یا بندوں سے معافی مانگنا ہو۔

❖ آیت 55

چونکہ بادشاہ نے پیشکش کی کہ اب آپ کا ہمارے یہاں بہت بڑا مقام ہے، مرتبہ ہے، آپ ہمارے یہاں ہماری مدد کریں گے، ہمارے ساتھ مل کر کام کریں گے تو پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے لیے اُس کام کا انتخاب کیا جس کو وہ سب سے بہتر طور پر کر سکتے تھے۔ جس کے لیے باقی لوگ تیار نہ تھے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ایک خاص مرحلہ سے گزار کر عزیز مصر کے گھر میں رکھ کر ایسی زبردست managerial skills عطا کر دی تھیں کہ اب وہ اس عہدے کو لینے کے قابل تھے۔

تو اس آیت سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی ہنر ہو، مہارت (skill) ہو یا علم ہو تو اس بناء پر کہ وہ دوسروں کی خدمت کر سکتا ہے وہ اپنی اس خوبی کا ذکر کر سکتا ہے کہ میں یہ کام جانتا ہوں۔ یہ boosting کے لیے نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو انسان بڑی چیز بتائے یا فخر کرے لیکن دوسروں کے کام آنے کے لیے۔

✧ ماوردی کہتے ہیں کہ ایسا کرنا عام حالات میں مطلقاً جائز نہیں۔

یعنی بلاوجہ اپنی منہ میاں مٹھو بننا اور اپنی تعریفیں بیان کرنا ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ مطلقاً جائز نہیں لیکن ضرور تاً جائز ہے۔ جیسے آپ اپنے CV میں اپنے بارے میں لکھتے ہیں لیکن اگر وہی CV ہر وقت اپنی زبان سے دہراتے رہیں ہر مجلس میں تو پھر یہ ایک ناپسندیدہ بات ہو گی اور مخصوص حالات میں جب اس کے ساتھ کوئی مقصد جڑا ہوا ہو تو ایسا کرنا درست ہے ورنہ تذکرہ کرنا اور ریاکاری کرنا ناپسندیدہ افعال ہیں اور صاحب فضل انسان جتنا ہو سکے ان چیزوں سے بچے بلکہ استغفار ہی کرتا رہے اپنے گناہوں کو ہی یاد کرتا رہے تاکہ وہ نیکیوں میں اور آگے بڑھ سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ کسی کام کے قابل ہوں اور دیکھ رہے ہیں کہ کوئی اور نہیں کر سکتا تو اس وقت بیٹھے رہنا بھی ایک جرم ہے۔

✷ ہم دیکھتے ہیں کہ اَحزاب کے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا (جنگ خندق کے موقع پر سارے اہل عرب اکھٹے ہو کر مسلمانوں کے سر پر سوار ہو گئے تھے کہ آج ان کو ختم ہی کر کے رکھ دیں) تو نبی ﷺ نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کیا کہ اب ہمارے پاس کفار کی خبریں کون لائے گا کہ اب ان کی پوزیشن کیا ہے؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لاتا ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا: دوسری بار بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جاؤں گا۔ تیسری بار پوچھا (کیونکہ سخت سردی کا موسم بھی تھا اور بہت خطرناک حالات تھے کوئی بھی جانے کی ہمت نہیں کر رہا تھا) تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جاتا ہوں۔

اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ اس بناء پر ان کو جنت کی بھی بشارت دی گئی۔

❖ آیت 56

کہتے ہیں کہ وہی عہدہ جو عزیز مصر کے پاس تھا اب یوسف علیہ السلام کو مل گیا۔ یعنی جس کے غلام تھے اب غلامی کی بجائے آقا کے منصب پر آ گئے۔

جہاں چاہتے تھے رہتے تھے:

یعنی اب بہت کچھ ان کے کنٹرول میں آگیا تھا اور ساری مملکت میں ان کے بے پناہ اختیارات ہو گئے۔

یہ نیکی کونسی نیکی تھی؟

یہ ان کا صبر تھا جو مشکل ترین حالات میں، انہوں نے کنوئیں میں صبر کیا، باہر نکل کے جس قافلے نے ان کو نکالا ان کے سامنے اپنی کہانی بیان کرنا نہیں شروع کی کہ میرے بھائیوں نے میرے ساتھ بہت ظلم کیا مجھے یہاں پھینک گئے ہیں، مجھے میرے گھر واپس پہنچاؤ، کچھ نہیں کہا پھر غلامی میں صبر کیا، جیل میں بھی صبر کیا، حرام کام پر صبر کیا، ایک عورت نے برائی کی دعوت دی اس دعوت کو قبول نہیں کیا اس پر صبر کیا، جیسی جیسی ان کی آزمائشیں تھیں ویسا ویسا صبر کرتے گئے۔

یاد رکھیے:

✷ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جتنی مشقت ہوتی ہے اسی مقدار پر اللہ کی مدد آتی ہے۔(یعنی جتنے مشکل حالات سے آپ کو گزارا جاتا ہے اگر آپ صبر کریں تو اتنی ہی مقدار میں اللہ کی مدد آپ کے پاس آئے گی۔) اور بے شک اللہ کی طرف سے صبر کی توفیق بھی اسی مقدار میں ملتی ہے جتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے۔

لیکن یہ کس کو ملتی ہے؟

جو صبر کرنا چاہتا ہے اللہ تعالی اسکو صبر عطا کر دیتا ہے۔

صبر کرنے کی وجہ سے ہی انسان کے اوپر سے آزمائش ٹلتی ہے اور دن بدلتے ہیں اور اچھے دن آتے ہیں۔۔

❖ آیت 57

یہاں پر آخرت کے اجر کا ذکر اس لیے کر دیا گیا کہ یہ تو صبر کے نتیجے میں دنیا میں ان کو اللہ تعالی نے ایک بہت بڑا مقام دیا تھا لیکن آخرت کا اجر تو کہیں بڑا ہے۔ یعنی دنیا کے اجر سے ہی اندازہ کر لو کہ آگے بھی کیا کچھ ملنے والا ہے۔

❖ آیت 58

کچھ عرصے بعد یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر آئے۔ اب مصر میں قحط آگیا تھا جو فلسطین، شام اور آس پاس کے علاقوں میں بھی پہنچ گیا اور یوسف علیہ السلام نے جس طرح غلہ کو سنبھالا اور اس کو تقسیم کر رہے تھے تو یہ خبریں کِنعان تک جا پہنچیں۔ ان کے بھائیوں کو نہیں پتہ تھا کہ بادشاہ کون ہے لیکن ان کی تعریف ہر جگہ ہونے لگی۔ یہ سن کر کہ اس جگہ سے غلہ مل سکتا ہے بھائی بھی یوسف علیہ السلام کے پاس آئے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے تو ان کو کنوئیں میں پھینک کے اپنا کام مکمل کر لیا تھا ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آج اس تخت پر جو بیٹھا ہے وہ ان کا بھائی ہی ہے۔

یہ بھی صبر کی ایک بات ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا، یہ بھی معلوم کر لیا کہ ایک بھائی پیچھے بھی ہے کیونکہ بن یامین ساتھ نہیں تھے جو ان کے سگے بھائی تھے تو اس لیے انہوں نے کہا کہ اپنے جس بھائی کو چھوڑ کر آئے ہو آئندہ اس کو بھی لے کر آنا۔ یہ بھی کہا کہ میں تمہارے ساتھ کتنا احسان کر رہا ہوں۔

مقصد کوئی اپنی تعریف کرنا نہیں تھا بلکہ بھائیوں کو احساس دلانا تھا کہ you are welcome۔ ابھی بھی تمہاری قدر کی ہے۔ آئندہ بھی کریں گے۔ چاہتے یہ تھے کہ بھائی پھر واپس آئیں۔

❖ آیت 63

وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ

کیونکہ جب انسان کے اندر guilt ہوتا ہے تو وہ بار بار اس چیز کو دہرا تا رہتا ہے۔

❖ آیت 64

یعنی مجھے تمہارے حفاظت پر بھروسہ نہیں۔

دنیا میں جب کبھی آپ کو کسی چیز کے کھو جانے کا، ضائع ہو جانے کا ڈر ہو تو اس وقت اسے اللہ کی حفاظت میں دے کر یہی جملہ دہرا دیں۔

فَٱللَّهُ خَيۡرٌ حَٰفِظٗاۖ وَهُوَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ

❖ آیت 65

یعنی اب تو ہماری ان سے دوستی ہو گئی ہے اور وہ ہم پر بڑے مہربان ہیں، ہم بہت آسانی سے زیادہ غلہ لانے کے قابل ہو گئے ہیں۔

❖ آیت 66

یعنی میرے اور تمہارے درمیان نہیں بلکہ اس کا گواہ اللہ ہے۔

یاد رکھیے:

جب بھی کسی بندے سے کوئی وعدہ کرتے ہیں، کوئی معاہدہ کرتے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص اس سے پھرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو پکڑنے والا ہے۔ اس لیے لوگوں سے وعدے کر کے، چاہے چھوٹی چیز کا وعدہ ہو یا بڑی چیز کا، اس سے پھرنا نہیں چاہیے۔

❖ آیت 67

یعقوب علیہ السلام نے ایسا کیوں کہا تھا؟

کیونکہ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ 11 بھائی اور جوان لڑکے خوبصورت، صحت مند جب اکھٹے کہیں جائیں گے تو لوگ تعجب سے ان کو دیکھیں گے اور جب کوئی تعجب سے دیکھتا ہے تو حسد کے علاوہ تعجب کی نظر بھی لگ جاتی ہے۔

یعنی جب انسان کسی چیز کو WOW کہہ کر دیکھتا ہے، حیران پریشان ہو جاتا ہے تو بعض اوقات ایسی نظر بھی نقصان دیتی ہے۔

اس آیت سے علماء یہ کہتے ہیں کہ اس میں نظر بد سے بچنے کی دلیل ہے اور نظر بد کا لگنا برحق ہے۔ یہ قرطبی نے کہا ہے۔

✷ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

نظر لگنا برحق ہے۔

✷ اور آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ بھی فرمایا:

نظر بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں داخل کر دیتی ہے۔

✷ ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: بے شک نظر بد آدمی کو اللہ کے حکم سے دیوانہ کر دیتی ہے۔ یعنی بعض اوقات کسی چیز پر، کسی بات پر ایسی نظر لگتی ہے کہ انسان پاگلوں جیسی حرکت کرنے لگتا ہے۔

پھر اسی طرح چہرے کے کالے داغ دھبے یعنی physical illnesses اس میں بھی بعض اوقات دخل ہوتا ہے۔

✷ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر کالے دھبے پڑ گئے تھے آپ نے فرمایا: اس پر دم کرو کیونکہ اس پر نظر بد لگ گئی ہے۔

یعنی اس کی وجہ سے اس کے چہرے پر یہ نشان پڑ گئے ہیں۔

✷ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ بھی فرمایا:

اللہ کی قضاو قدر کے بعد نظر بد ہی میری امت کے اکثر لوگوں کی موت کا باعث بنے گی۔

نظر بد ایک قسم کا تیر ہوتا ہے جس کے ساتھ حسد ہوتا ہو یہ جس کی تعریف کی جارہی ہوتی ہے تو اس کو جا کر لگتا ہے اگر اس شخص نے اپنا بچاؤ نہ کر رکھا ہو، حفاظت کی دعائیں نہ پڑھ رکھی ہوں، اذکار نہ کر رکھے ہوں تو پھر حفاظت نہیں ہوتی اور وہ تیر جا لگتا ہے انسان کو۔

- اسی لیے ہمیں دعائیں، اذکار، معوذتین کو پڑھنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔
- معوذتین کو صبح و شام تین تین بار پڑھنے کا حکم ہے اور نماز کے بعد بھی پڑھنے کا حکم ہے۔
- نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان سورتوں کے اترنے سے پہلے انسانوں اور جنوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب معوذتین نازل ہوئی تو آپ نے ان کو پڑھنا شروع کر دیا اور باقی چیزیں چھوڑ دیں۔ تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کبھی آپ باقی لمبے چوڑے اذکار نہیں بھی کر سکتے، دیر سے آنکھ کھلتی ہے۔

یاد رکھیے:

- ان اذکار کے پڑھنے کا وقت سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے بھی پہلے ہے۔

یعنی مغرب کے بعد کا وقت نہیں ہے۔ فجر کی نماز اور سورج نکلنے کے درمیان پڑھیں، عصر کی نماز اور سورج غروب ہونے کے درمیان میں پڑھیں۔ کسی وجہ سے بہت مصروفیت یا وقت کی قلت کی وجہ سے انسان سارے اذکار نہیں بھی پڑھ سکتا تو معوذتین ضرور پڑھے کیونکہ یہ ہر چیز سے کفایت کرنے والی ہیں۔

یعنی اسباب اختیار کرنے کے باوجود لازم ہے انسان کے لیے کہ بھروسہ اللہ کی ذات پر کرے، نہ اپنی طاقت پے، نہ اپنی ذہانت پے اور نہ لوگوں پر۔ یعقوب علیہ السلام اپنے بچوں کو بھی اس بات کی تعلیم دے رہے تھے کہ وہ اسباب کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھروسہ کریں۔

❖ آیت 68

اب ہوا یہ کہ جس چیز سے وہ ڈر رہے تھے وہی ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ اپنے خیالات کو ہمیشہ مثبت رکھیں کیونکہ جب آپ کی سوچیں منفی ہوتی ہیں تو ایک Law of attraction ہوتا ہے کہ جس میں آپ جس طرح سوچتے ہیں چیزیں اسی طرح ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

مثلاً:

آپ کسی انسان سے ملتے ہوئے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں یہ مجھے کچھ کہہ نہ دے اور اسی ڈری شکل کے ساتھ اس سے جا کر ملتے ہیں اور وہ پھر کہہ بھی دیتا ہے۔

باہر کی تبدیلی سے پہلے اندر کی سوچیں تبدیل کریں جتنی جتنی آپ کی سوچیں مثبت ہوتی چلی جائیں گی اتنے ہی آپ بہادر اور مضبوط ہوتے چلے جائیں گے اللہ کے اذن سے۔

اور یہ اللہ پر توکل کرنے سے اور اللہ کا سہارا پکڑنے سے ہی ہوتا ہے یعنی مثبت سوچ صرف اس وقت ہو سکتی ہے جب انسان اللہ کے بارے میں گمان اچھا رکھے کہ خیر ہی ہو گی۔

فَٱللَّهُ خَيۡرٌ حَٰفِظٗاۖ

حفاظت اللہ ہی کی ہے اللہ ہی بچانے والا ہے۔ اور اللہ نے بچایا۔ مشکل ضرور آئی لیکن اللہ نے بچایا۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ ساری دعائیں پڑھ لیتے ہیں، سب اسباب اختیار کر لیتے ہیں اس کے باوجود پھنس جاتے ہیں جہاں پھنسنا ہوتا ہے پھر کہتے ہیں کہ اس کا کیا ہوا جو ہم نے پڑھا تھا۔ ہم نے تو استخارہ کر کے شادی کی تھی پھر یہ مشکل کیوں پیش آئی، نہیں پھر بھی آ سکتی ہے۔

یہاں دیکھیں سب کچھ انتظامات ہو رہے ہیں۔ لیکن یعقوب علیہ السلام کو ایک اور صدمہ دیکھنا پڑا۔ لیکن یہ وقتی تھا اس میں کوئی حکمت تھی۔ یہ وقت گزر گیا اور آگے اپ دیکھیں کتنی بڑی بڑی ترقیاں ہوئیں۔

چاہے استخارہ کر کے آپ شادی کریں اور پھر کچھ مشکلات پیش آ جائیں تو بعض اوقات اللہ تعالی آپ کو ان مشکلات سے گزار کر مضبوط کرتا ہے، کچھ چیزیں آپ نے کتابوں میں نہیں سیکھی ہوتی ہیں وہ آپ کو بندے سکھاتے ہیں، کچھ ایسے بندے زندگی میں مل جاتے ہیں جو بڑے مہربان ہوتے ہیں محبتیں ان کی آپ کو بہت کچھ سکھا جاتی ہیں، لیکن کچھ بڑے مشکل لوگ بھی زندگی میں آ جاتے ہیں جن کے تلخ رویے آپ کو بہت کچھ سکھا جاتے ہیں اور بہت بہادر کر دیتے ہیں اور پھر دل اللہ کے ہاتھ میں ہے پتہ نہیں کب بدل جائے۔ اس کے بعد اچھے حالات بھی آ جاتے ہیں۔ تو کبھی استخارہ کو blame نہ کریں، اور کبھی اذکار کو blame نہ کریں، کہ کوئی فائدہ نہیں دعائیں کرنے کا کیونکہ وہی ہو گیا پھر۔

اس میں بھی خیر ہے اگر حالات آپ کی توقع کے خلاف ہو گئے تو اس میں بھی خیر تھی۔

ایک خیر وہ ہوتی ہے جس کو آپ خیر دیکھتے ہیں۔

وَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ خَيۡرٞ لَّكُمۡۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّواْ شَيۡـٔٗا وَهُوَ شَرّٞ لَّكُمۡۚ

تو ہم نے خیر و شر کو اپنے حساب سے بناء رکھا ہے کہ ہماری نظریں جس چیز کو خیر دیکھتی ہیں ہم بس اسی کو خیر سمجھتے ہیں اور جو تکلیف دہ حالات ہماری زندگی میں آ جاتے ہیں اس کو اپنے لیے خیر نہیں سمجھتے۔

✷ لیکن حدیث میں آتا ہے:

مومن کے ہر حال میں خیر ہوتی ہے اسے کوئی نعمت پہنچتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ چیز اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔

تو اس لیے ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی رہیں اور اچھے دنوں کا انتظار کرتے رہیں۔ یہ وقت بھی گزر جائے گا۔this shall too pass

❖ آیت 69

اب قافلہ آجاتا ہے مصر۔

اپنے بھائیوں کو دو دو کر کے رکھا۔ بن یامین اکیلے رہ گئے تو ان سے چھپ کے ملاقات کی اور سب حالات لیے دی ئے۔

اور اسے بتادیا کہ میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں لہذا تم اب ان باتوں کا غم نہ کرو جو یہ کرتے رہے ہیں۔ یہ ہوتا ہے معاف کرنا۔ عام طور پر ہم معاف کرنے کی بات تو کرتے ہیں لیکن ہم صرف الفاظ ادا کرتے ہیں، میں نے سب کو معاف کیا، اور رنج غم تکلیف دل سے نکالتے نہیں ہیں۔

تو آپ دیکھیے کہ

انہیں اپنے بھائیوں سے اتنا برا ہاتھ لگ چکا تھا اور اس کے بعد بن یامین نے بتایا ہو گا کہ آپ کے بعد مجھ پر کیا بیتی کیونکہ سوتیلے بھائی تھے اور سب سے چھوٹے بھی تھے۔

سگ باش برادر خورد مباش

کیونکہ چھوٹا بھائی بننا بڑا تکلیف دہ عمل ہوتا ہے تو معلوم نہیں کس قسم کے مسائل سے گزرے ہوں گے۔ لیکن ان مسائل کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔

یوسف علیہ السلام کا یہ جملہ بتارہا ہے کہ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ

Just ignore them، اعراض برتو۔

- کتنا اچھا مشورہ ہے کتنی اچھی کاونسلنگ ہے ان باتوں کو چھوڑ دو، بھلا دو ان کو۔ کیونکہ اسی میں خیر ہوتی ہے کیونکہ جب انسان ان چیزوں کو بھلاتا نہیں ہے تو اپنی ہی صحت پر اثر پڑتا ہے۔

John Hopkins کی Keren

نے ایک ریسرچ کی تھی کہ دکھی اور مایوس ہونے سے انسان کا جسم بوجھل رہتا ہے۔ اور دکھ و مایوسی کی وجہ سے ڈپریشن، دل کے امراض، Diabetes, Blood pressure< Anxiety اور تناؤ جیسے امراض کا خطرہ بڑھ جاتا ہے جبکہ معاف کرنے سے انسان پر سکون رہتا ہے۔

اور صحت مند زندگی کا ضامن ہے۔ ان کے خیال میں معاف کرنا صرف الفاظ کہنا نہیں بلکہ یہ ایک اصلاحی عمل ہے جس میں انسان ایک شعوری فیصلہ کرتا ہے کہ اسے دوسروں کو معاف کرنا ہے، ایک proper decision بناتا ہے کہ میں نے اس چیز کو نکال دینا ہے اپنے دل سے، اور یہ منفی سوچیں اپنے دل سے نکالیں۔

معاف کرنا کیا ہے؟

Negative thinking کو اپنے دل سے باہر پھینکنا، جیسے ہی آپ اپنے اندر سے غصہ، نفرت اور دشمنی نکالتے ہیں آپ کے دل میں دوسرے کے لیے ہمدردی، محبت اور پیار کے جذبات جنم لینے لگتے ہیں اور آپ کے دل بھی نرم ہو جاتے ہیں۔ خاص کر اس کے بارے میں جس نے آپ کو اذیت دی ہوتی ہے۔

ایک کہاوت ہے کہ:

معاف کرنے سے ماضی تو نہیں بدلتا لیکن مستقبل خوبصورت ہو جاتا ہے۔

تو اپنے خوبصورت مستقبل کے لیے اپنے اندر کی منفی سوچوں کو جسے ذہن ہر وقت پروسس کرتا رہتا ہے اسے نکال باہر کرے اور اس کی جگہ بہتر چیز ذہن میں لائیں۔

اس کے لیے بہت ضروری ہوتا ہے کہ اچھی سوچ انسان کے اندر آئے اسی لیے قرآن شفاء ہے دلوں کے اندر جو بیماریاں ہیں ان کے لیے کیونکہ قرآن انسان کی سوچ بدل دیتا ہے، نفع نقصان کے پیمانے اور معیار بدلتا ہے۔

اگر دنیا میں کچھ نہیں ملا تو so what. دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ اگر وہ مچھر کا پر تمہیں نہیں ملا تو کیا نقصان ہو گیا۔۔ مچھر مر جاتا ہے اور اس کا پر گر جاتا ہے تو آپ اس کے پیچھے تھوڑے بھاگتے ہیں۔

تو دنیا میں کبھی انسانوں کی طرف سے کبھی مالی اعتبار سے، کبھی اولاد کی طرف سے کوئی نہ کوئی پریشانی انسان کو آتی رہتی ہے لیکن اسے مچھر کا پر ہی سمجھیں اور اسے ہٹا دیں اور آخرت پر فوکس کریں۔ جس کا فوکس شفٹ ہو جاتا ہے، جس کا فوکس بڑی چیز پر چلا جاتا ہے وہ چھوٹی چیزوں کو پھر اگنور کرتا ہے جب ہی وہ بھلا سکتا ہے ورنہ نہیں بھلا سکتا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم کیسے بھلائیں ہمیں بھولتا ہی نہیں غم۔ اس لیے کہ غم آخرت نہیں لگا۔ غم آخرت لگ جائے وہاں کی فکر لگ جائے تو یہاں کہ بہت سے غم ختم نہ بھی ہوں کم از کم ضرور ہو جائیں گے۔

ہم صحابہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ان کے اندر کوئی بے چارگی نہیں، کوئی لوگوں سے شکوہ شکایتیں نہیں، اور انہوں نے اپنی زندگیاں اس چیز میں ضائع نہیں کیں۔

وہ ایک بڑے مقصد کے لیے مصروف عمل رہتے تھے۔ اللہ پر توکل، ایمان اور اللہ کی محبت کے علاوہ وہ اللہ کے دین کے cause میں لگے رہتے تھے اور اپنے آپ کو تھکاتے تھے جو اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو تھکا دیتا ہے اس کے اندر سے لازما یہ چیزیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں اور یہ ہماری ہی صحت کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان چیزوں کو بھلا دیں، نکال دیں اپنے اندر سے۔

❖ آیت 75

مصر کے قانون کے مطابق وہ کسی مسافر کو اپنے یہاں نظر بند نہیں رکھ سکتے تھے۔

لیکن یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں یہی تھا تو اب اسی کو بنیاد بنا کر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب چور نکل آیا تو اس کو آپ رکھ سکتے ہیں۔

❖ آیت76

بعض اوقات آپ کو آئیڈیاز آتے ہیں کہ یہ کام ایسے کرلیں آپ بیٹھے ہوتے ہیں خاص کر نماز میں۔ تو اس میں یہ دیکھیے ہمیشہ یہ سوچیے کہ یہ کہاں سے خیال آگیا، یہ تو سوچا بھی نہیں تھا یہ ایک طرح سے اللہ تعالی کی تائید ہوتی ہے آپ کو۔

اور جو برے برے خیال آتے ہیں وہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں وہ وسوسے ہوتے ہیں وہ پریشان کرتے ہیں۔

ہر علم والے کے اوپر ایک اور علم والا ہوتا ہے انسانوں میں سے بھی۔

یہ بات کس لیے کی گئی؟

تاکہ کوئی اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم نہ سمجھے کہ میں نابغۂ روزگار ہوں اور سب سے زیادہ علم میرے ہی پاس ہے اس تکبر میں مبتلا نہ ہو اور دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ جتنے بھی دنیا میں بڑے بڑے علم والے ہیں ان سب کے اوپر اللہ کا علم محیط ہے۔ سب سے بڑا علم والا اللہ ہی ہے۔

یاد رکھیے:

کسی کو کوئی علم دینا چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اللہ کی بندے سے محبت کی علامت ہوتی ہے۔

دنیا تو اللہ تعالی سب کو دیتا ہے، کوئی مسلم ہو، یا نہ ہو لیکن دین کا علم صرف اس کو دیتا ہے جس سے اللہ تعالی محبت کرتا ہے تو اس لیے اس پر بھی ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے۔

پھر یہ کہ صرف علم نہیں بلکہ اس کا فہم بھی اس کی سمجھ بھی۔

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ(بخاری)

جس کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

❖ آیت77

جب آپ کسی سے حسد کرتے ہیں تو کوئی موقع نہیں جانے دیتے اس کو گرانے کا، بدنام کرنے کا، کہیں نہ کہیں آپ کے منہ سے کچھ نہ کچھ نکل آتا ہے، نہیں دیکھ رہے ہوتے کہ کہاں کھڑے ہیں، سالہا سال گزر چکے ہیں یوسف علیہ السلام کو تمہارے ہاتھ سے گئے ہوئے لیکن ابھی بھی تم اس کو معاف نہیں کر رہے۔

یوسف علیہ السلام نے ان کے اس الزام کو دل میں چھپائے رکھا اور کچھ ظاہر نہ کیا۔ سبحان اللہ، یہ ہوتا ہے صبر۔

بڑی بڑی باتیں دل میں اس طرح رکھنا کہ کسی کو شائبہ بھی نہ گزرے۔ تو جو (ہلکے، کم ظرف)shallowلوگ ہوتے ہیں ان کے اندر کوئی بات ٹکتی نہیں، ادھر سے سنی اور ادھر نکال دی اور اس سے بڑے فسادات پیدا ہوتے ہیں، بہت سی خرابیاں، آپس میں لڑائیاں بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

بعض لوگ خوشی کی خبر کو نہیں سنبھال سکتے، بڑھ چڑھ کر اس کا اظہار کرتے ہیں پھر کیا ہوتا ہے؟

نظر لگ جاتی ہے۔

بعض لوگ غم کی خبر کو، بعض لوگ دکھ کی خبر کو، کسی کے طرف سے پہنچنے والی اذیت کو۔ اب توماشاءاللہ اپنے close circle میں کیا اور اپنے خاندان میں کیا پوری دنیا کے ساتھ شئیر کرتے ہیں۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد فیس بک کا اسٹیٹس تبدیل کر رہے ہوتے ہیں، ہر وقت اپنے دل پے کیا گزر رہی ہے، کیا کھا رہے ہیں کیا پی رہے ہیں؟ کیا پہن رہے ہیں؟ کیا خرید رہے ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں۔

بعض اوقات یہ ایک بیماری جیسی لگتی ہے اور مقصد سمجھ نہیں آتا کہ یہ ساری باتیں پوری دنیا کو بتانے کا کیا فائدہ۔ اس میں کوئی علم نافع نہیں، کسی کے علم اور تجربہ میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا بلکہ اس سے نقصان ہی ہوئے ہیں کہ جن لوگوں کو وہ سب کچھ میسر نہیں ہو تا وہ پھر اپنے آپ کو ان سے مقابلہ کر کے حسرتوں کا شکار ہوتے ہیں اور اس سے غم اور دکھ اور زیادہ بڑھتے ہیں۔

نعمتوں کو بلاضرورت لوگوں کے سامنے نہیں رکھنا چاہیے۔

✷ کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

كلَّ ذى نِعْمَةٍ مَحْسُودٌ

ہر صاحب نعمت حسد کیا جاتا ہے۔

پھر آپ حسد کا شکار ہوتے ہیں، آپ کے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے، آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی نعمت کی وجہ سے لوگ آپ کی بڑی تعریف کریں گے، آپ کے بڑے فین ہو جائیں گے، آپ کے بظاہر Follower ہو جائیں گے لیکن حقیقت میں وہ حسد بھی کر رہے ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب کوئی مقصد ہو تو پھر آپ شئیر کر لیں۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (سورۃ الضحیٰ 11)

اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو

اگر زندگی کی کوئی تجربات ہیں، کوئی چیز ملی ہے زندگی میں کوئی فائدے کی چیز ہے، آپ کا کوئی ایسا تجربہ ہے بزنس میں، تعلیم میں اس میں آپ کو کامیابی ملی ہے اس میں کوئی achievements ہیں تو ان کو اپنے بچوں کے ساتھ، اپنے طالب علموں کے ساتھ، اپنے ساتھیوں کے ساتھ شئیر کر سکتے ہیں تاکہ ان کی زندگی مین کوئی سہولت آئے ان کو کوئی نفع مند علم حاصل ہو۔

ایک کتابی علم ہوتا ہے اور ایک تجرباتی علم ہوتا ہے تو تجرباتی علم شئیر کرنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے، لیکن جہاں ضرورت ہو۔ بلاضرورت ہر وقت boosting نہیں کرنی چاہیے۔

تو یوسف علیہ السلام نے ان پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا لیکن زیر لب کہا بڑے ہی برے لوگ ہو، اللہ جانتا ہے کہ میں نے چوری کی تھی یا نہیں کی تھی۔

اللہ کو پہچاننے والے کے لیے بندوں کی باتیں سننا آسان ہو جاتی ہیں۔

اس میں ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ انہوں نے گمشدہ یوسف علیہ السلام کو طعنہ دیا اور نہیں پتہ تھا کہ سامنے وہی ہے۔ ایک طرف ان کی چاپلوسی کر رہے تھے اور ادھر ایسی باتیں کر رہے تھے۔

آپ دیکھیے کہ یوسف علیہ السلام نے برداشت کیسے کیا۔ لوگوں کی باتیں کون برداشت کر جاتا ہے؟

عام طور پر لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ اب برداشت نہیں ہوتا۔

کیونکہ ایمان کمزور ہو گیا ہے۔

جب ایمان بڑھتا ہے تو برداشت بڑھتی ہے۔ اللہ تعالی کی معرفت بڑھتی ہے، آخرت کے اجر کا احساس بڑھتا ہے تو انسان کی برداشت بھی زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس کا ضروری نہیں ہے کہ تعلق عمر کے ساتھ ہو۔ کہ عمر کے ساتھ ساتھ برداشت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کافی بڑے ہو چکے تھے لیکن چونکہ ایمان تھا اللہ کی پہچان تھی، تو اس لیے انہوں نے اس بات کو پی لیا۔

❖ آیت 78

سبحان اللہ جیل کے ساتھیوں نے بھی کہا اور اب بھائی بھی کہہ رہے ہیں کہ إِنَّا نَرَىٰكَ مِنَ ٱلْمُحْسِنِينَ

کیونکہ جو محسن ہوتا ہے وہ ہر جگہ ہی محسن ہوتا ہے اور ہر جگہ اس کے احسان کو acknowledge کر لیا جاتا ہے۔

محسن کا احسان چھپا نہیں رہتا یہ ایک (رویہ) attitude ہوتا ہے۔

❖ آیت 82

اب انہیں اپنی سچائی کا یقین دلانا پڑ رہا ہے کیونکہ وہ اعتماد کھو چکے ہیں۔ جس پر لوگ ٹرسٹ نہیں کرتے اس کو بڑی قسمیں کھانی پڑتی ہیں سچا بننے کے لیے اور جو سچا ہوتا ہے وہ یقین دہانی کرائے بغیر ہی سچ بولتا ہے اور اس کو سچا سمجھتا ہے۔

❖ آیت 83

پچھلے تجربے کی بناء پر یعقوب علیہ السلام نے ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا۔

اب تین بیٹے غائب ہو گئے ہیں۔ بڑا بھائی جس نے کہا میں نہیں جاؤں گا جب تک بن یامین نہیں جائے گا۔

بن یامین اور یوسف علیہ السلام تو پہلے ہی سے وہاں تھے۔

صبر جمیل

ایسا صبر جس میں کوئی شکوہ شکایت نہیں ہوتی۔

یہ تو وہ باتیں جن کا ذکر قرآن مجید نے کر دیا لیکن روزمرہ زندگی میں پتہ نہیں کون کونسے مرحلے ایسے ہوں گے، کون کونسے ایسے معاملے ہوں گے ان بچوں کے جس پر یعقوب علیہ السلام مستقل صبر کر رہے ہوں گے۔

کیونکہ بداخلاقی کے رویے مستقل ہی ہو جاتے ہیں روز ہی (اذیت) torture بن جاتے ہیں۔

تو قرآن میں صبر جمیل بھی ہے

حجر جمیل بھی آیا ہے۔

▫ ایسا چھوڑنا جس میں ایذاءرسانی نہ ہو۔

ٱلصَّفۡحَ ٱلۡجَمِيلَ

ایسا معاف کرنا جس میں ڈانٹ اور ناراضگی نہ ہو۔

تو بہر حال سختی کی انتہا کے بعد اب نکلنے کا رستہ بن جائے گا۔ اور یہ اللہ کا طریقہ ہے جب کوئی سختی انتہا کو، کوئی مصیبت آخر کو پہنچتی ہے تو اللہ تعالی اس میں سے راستہ نکال دیتے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کے لیے آزمائش بہت سخت ہو چکی تھی لیکن ان اللہ تعالی نے ان کے لیے آسانیاں کر دیں۔

حالات بدلتے ہیں اب۔

❖ آیت 84

یعقوب علیہ السلام نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔۔۔ ایسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرنا ہوتا ہے کہ ان کو جواب دینا اور انہیں سمجھانا بعض اوقات بے فائدہ ہوتا ہے۔

وہ غم سے بھرے ہوئے تھے۔۔۔۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مصیبت پر آنسو بہانا جائز ہے۔

غم اگر دل میں گھر کر جائے تو یہ ایک فطری سی بات ہے لیکن صرف آنسو بہانے کی حد تک۔

✷ جیسے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر آپ ﷺ آنسو بہا رہے تھے تو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا تھا آپ بھی روتے ہیں؟ تو آپ نے کہا اے ابن عوف یہ تو ایک رحمت ہے۔ (غم کے موقع پر آنسو کا آجانا رحمت کی علامت ہے) فرمایا: آنکھ اشک بار ہے، دل غمزدہ ہے لیکن ہم زبان سے وہی کہیں گے جس سے ہمارا مالک راضی ہو۔ اے ابراہیم تیری جدائی سے یقینا ہم غمگین ہیں۔

تو مصیبت کے وقت غم کا ہونا تقوی کے خلاف نہیں لیکن جزا فضاء کرنا منع ہے۔ چیخنا چلانا، رونا پیٹنا۔

❖ آیت 86

بَثِّي -

بثَ شدید غم کو کہتے ہیں معمولی غم نہیں بہت شدید غم۔

اور دوسری طرف اللہ کی مہربانی کی وجہ سے میرے اندر اچھا گمان بھی ہے اور یہ امید میری طاقت کو بڑھا دیتی ہے۔ اس لیے میں مایوس نہیں ہوں۔

قَالَ إِنَّمَآ أَشۡكُواْ بَثِّي وَحُزۡنِيٓ إِلَى ٱللَّهِ وَأَعۡلَمُ مِنَ ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات نماز میں یہ سورت پڑھتے اور ان آیات پر اتنی ہچکیاں لینے لگتے کہ تیسری اور چوتھی صف میں بھی لوگ ان کے رونے کی آواز سنتے تھے تو بندہ نماز میں کھڑے ہو کر اگر روتا ہے اور اس کو اپنا کوئی غم یاد آجاتا ہے اور وہ اپنے رب کے سامنے فریاد کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں جب تک کہ زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے۔

❖ آیت88

ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کبیرہ گناہ کونسے ہیں؟

✷ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کے رزق سے ناامید ہونا اور اللہ کے رحمت سے مایوس ہونا۔

کبھی بھی حالات کتنے ہی تنگ کیوں نہ ہوں آپ Positive رہیں، مایوس نہ ہوں کہ ایک دن آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو تبدیل کر دے گا۔

❖ آیت89

Benefit of doubt

تمہیں سمجھ نہیں تھی، جان کے دشمن سامنے کھڑے ہیں، حاسد سامنے کھڑے ہیں اور ان کے ساتھ بھی اچھی طرح بات کر رہے ہیں تم نادان تھے اس لیے ایسا کر لیا۔

ہم دوسرے کو یہ benefit نہیں دیتے کہ یہ ناسمجھ ہے کہ اس کے اندر دین کی سمجھ نہیں، اس کے اندر اللہ کا خوف نہیں، اس کی اپنی مجبوریاں ہیں اس لیے اگر یہ کرتا ہے تو اسے اگنور کرو، یہ طریقہ ہمیں نہیں آتا۔ ہم اس وقت پوری عقل کی بات اس سے چاہتے ہیں جو نادان شخص ہوتا ہے۔

یاد رکھیے:

نادانی اور جہالت صرف یہ نہیں ہوتی کہ پڑھا لکھا نہ ہو انسان، بعض پڑھے لکھے بھی بہت ناسمجھ ہوتے ہیں، معاملہ کرنا ان کو نہیں آتا ہوتا۔

زندگی میں ایسے رویوں کا جب سامنا کرنا پڑے کہ لوگوں کی طرف سے ایسی باتیں سننا پڑیں تو یہی سوچا کریں کہ ناسمجھ ہے، اس کو سمجھ ہوتی تو یہ بات منہ سے نہ نکالتا۔ اس سے انسان کے اپنے اندر بھی وہ تکلیف کا لیول نہیں بڑھتا۔

✷ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سختی، اکھڑپن جس چیز میں ہو گا اسے بدنما کر دے گا اور بے شک اللہ بہت نرم خو ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے۔

تو لوگوں کے تلخ رویوں کے مقابلے میں نرمی اختیار کرنی چاہیے۔ نرمی پر اللہ تعالیٰ اتنا عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا۔

❖ آیت90

تقویٰ اور صبر کامیابی کی کنجیاں۔

یوسف علیہ السلام کے اندر تین qualities بڑی نمایاں تھیں۔

۱- تقویٰ (اللہ کا ڈر، جس نے انہیں ہر جگہ غلط قدم اٹھانے سے بچایا)

۲- صبر (مشکل سے مشکل حالات میں کوئی شکوہ شکایت نہیں، اللہ کی اطاعت پر قائم رہے)

۳- احسان (نیکی کے درجے پر قائم رہے)

یہی چیزیں ہمیں اپنی زندگی میں اختیار کر لینی چاہیے۔

❖ آیت92

لَا تَثْرِيبَ

آج کے بعد نہ تم پر کوئی عار ہو گی نہ ہی طعنہ تشنی۔

یہ ہوتا ہے معاف کرنا۔

ایک ہوتا ہے معاف کر کے کہنا میں نے معاف کیا لیکن پھر جب پرانا قصہ دہرایا تو دو چار سنا دی، یہ معاف کرنا نہیں ہوتا۔

لَا تَثْرِيبَ

کا مطلب یہ ہے کہ میں آج کے بعد اس بات کو دہراؤں گا بھی نہیں، اس کو mention بھی نہیں کروں گا کہ تم نے میرے ساتھ یہ کیا تھا۔ تمہارے اس جرم کا ذکر بھی نہیں کروں گا

اور یہی بات تھی جو نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں سے کہی تھی جب آپ فاتح تھے جب آپ انتقام لے سکتے تھے۔

خطاکاروں سے درگزر کرنا انبیاء کی صفت ہے اور اس معاملہ میں بھی ہمیں ان کی پیروی کرنا چاہیئے۔

درگزر کرنے سے عزت میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

درگزر کیا کرو اللہ تمہیں عزت عطا کر دے گا۔

❖ آیت93

قمیص دیکھتے ہی غم کا آغاز ہوا تھا جس پر جھوٹ موٹ کا خون لگا تھا اور قمیص ہی بیماری کا علاج بن گئی۔

کہتے ہیں کہ زہر کو زہر مارتا ہے۔ بعض اوقات اسی چیز کے اندر ہی انسان کا فائدہ بھی ہوتا ہے جس سے انسان کو نقصان پہنچا ہوتا ہے۔

یاد رکھیے:

ہم جب کسی انسان سے کوئی تکلیف اٹھاتے ہیں تو ہم اس کی خیر سے بالکل مایوس ہو جاتے ہیں معاف نہیں کرتے، نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ اس کی خوبیاں بھی ہمارے لیے خرابیاں بن جاتی ہیں۔

لیکن اگر آپ درگزر سے کام لیں اپنے ہی بچے کو، اپنے ہی بہو کو، اپنے ہی بہن بھائی کو معاف کر دیں، کل کسی مصیبت کے وقت وہ اس طرح آپ کے کام آتا ہے کہ کوئی اور نہیں آتا وہی آپ کا مددگار بن جاتا ہے اور یہ معاف کرنے کے فوائد میں سے ہے۔

❖ آیت94

یہ بھی اللہ کی قدرت ہے۔

یوسف علیہ السلام چند میل دور کنوئیں میں تھے خوشبو نہیں آئی اور ابھی قافلہ مصر سے نکلا ہی ہے تو یہاں خوشبو آرہی ہے ہم سب کو ایسے تجربات ہوتے ہیں۔ یہ سب بھی اللہ کے اذن سے ہوتا ہے کسی انسان کا کمال نہیں ہوتا۔

کبھی آپ کو کوئی مسئلہ پیش آنے والا ہوتا ہے تو آپ سینس کر لیتے ہیں کہ یہ ہونے لگا ہے، تو اس کو یہ نہ سمجھیں کہ یہ غیب کا علم ہے میں بڑا کوئی ولی اللہ ہوں جس کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔ اللہ چاہے تو کسی چیز کو خواب میں دکھادے، پہلے سے ہی محسوس کروادے، اندازہ کروادے، چاہے تو آپ کی آنکھوں کے سامنے پڑی چیز آپ کو نظر نہ آئے اور یہ ہم سب کے ساتھ ہوتا ہے۔

❖ آیت97

توتوبہ استغفار کے لیے بڑا ضروری ہوتا ہے کہ انسان کہے میری غلطی تھی۔

لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ

❖ آیت98

یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں سحری کے وقت استغفار کروں گا۔

سحری کے وقت استغفار کرنا نہ بھولیں کیونکہ اس وقت کی استغفار خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے بھی معاف کر دیا یوسف علیہ السلام نے بھی معاف کر دیا، اللہ کو پتہ تھا کہ انکے اندر یہ قابلیت ہے اس لیے ان کو چنا۔ دوسرے بھائیوں کو کیوں نہیں پیغمبر بنادیا؟

اللہ زیادہ جانتا ہوتا ہے۔ کہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔

❖ آیت100

یہ سجدہ تعظیمی تھا جو ان کے لیے جائز تھا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ملتے ہوئے کسی کے آگے سر یا کمر نہیں جھکانی چاہیے ہماری دین میں یہ بھی منع ہے۔

ہاتھ ملائیں، مسکرائیں، سلام بولیں لیکن جھک کر اور نیچے ہو کر سلام نہیں کرنا۔

خواب ہی سے بات شروع ہوئی تھی اور یہاں آکر تعبیر ملی سالہا سال کے بعد۔

کہاں کنعان کا ایک گاؤں اور کہاں مصر کی ترقی یافتہ مملکت۔

کبھی نفس کو موردالزام ٹھہراتے ہیں کبھی شیطان کو کرتے ہیں، انسانوں کو نہیں الزام دیتے بھائیوں کو نہیں موردالزام ٹھہراتے۔

اللہ غیر محسوس طریقوں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے جو اس کا ارادہ ہوتا ہے اس کو پورا کرتا ہے، بندہ کو سمجھ نہیں آرہی ہوتی، پھر DOTS مل جاتے ہیں تو سمجھ آتی ہے کہ یہ پکچر بن رہی تھی۔

❖ آیت101

سارا کنبہ بھی آگیا تب بھی سرپرست اپنے رب کو ہی کہا یہ نہیں کہا کہ اب تو میرا کنبہ آگیا ہے اور اب میں زیادہ مضبوط ہو گیا ہوں۔

یہاں یوسف علیہ السلام موت کی دعا نہیں کر رہے بلکہ مانگ رہے ہیں کہ جب بھی میں مروں اسلام کی حالت میں مروں۔

تو تکمیل نعمت کے لیے دنیا میں کتنی ہی بڑی سے بڑی نعمت آپ کو ہو لیکن اگر خاتمہ اچھا نہیں تو کچھ اچھا نہیں۔ اس لیے اچھے خاتمہ کی دعا کرنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِى الْأُمُوْرِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْىِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ

اے اللہ! تمام معاملات میں ہمارا انجام اچھا فرما، اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔

اللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَأَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ

اے اللہ! ہمیں حالت اسلام میں موت عطا فرما، حالت اسلام میں زندہ رکھ اور نیک لوگوں میں شامل فرما کہ ہم رسوانہ ہوں اور نہ ہی کسی فتنے کا شکار ہوں

آپ ﷺ کی آخری دعا کیا تھی۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الأَعْلَى

تو اچھی صحبت کی دعا دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

❖ آیت 103

آپ خواہ کتنا ہی چاہیں ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں، قصہ سنتے ہیں، پڑھتے ہیں، جانتے ہیں، عمل نہیں کرتے۔

❖ آیت 106

اس لیے بڑا ضروری ہے کہ توحید کو جانیں اور چھوٹے شرک سے بھی بچیں۔

❖ آیت 109

یعنی عورتیں رسول بنا کر نہیں بھیجی گئیں کیونکہ بھاری ذمہ داری ہوتی ہے اس لیے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا گیا۔

دوسرا یہ کہ رسول ان ہی کی قوم کے اندر سے اٹھائے گئے۔

سورت الرعد

❖ آیت 2

یاد رکھیے:

یہ سورج، چاند ستارے یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے ہیں اور اس نے بندوں کے لیے مسخر کر رکھے ہیں کہ وہ ان کو فائدہ پہنچائیں۔

خاص کر سورج اور چاند کا ذکر اس لیے کہ یہ نمایاں نشانیاں ہیں جو انسان کو نظر آتی ہیں۔

❖ آیت4

سبحان اللہ ایک ہی مٹی، ایک ہی بیج، ایک ہی پانی، ایک ہی روشنی، ایک پھل میٹھا اور ایک کھٹا، ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ ایک لذیذ اور ایک غیر لذیذ، یہ فرق کون رکھتا ہے یہ اللہ ہی رکھتا ہے۔

❖ آیت6

یہاں پر امید اور خوف کا اعتدال بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو معاف بھی کرتا ہے اور ان کی پردہ پوشی بھی کرتا ہے حالانکہ وہ ظلم کرتے ہیں، دن رات غلطیاں کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ذکر کر دیا کہ وہ سخت عذاب دینے والا ہے تاکہ لوگ امید اور خوف میں اعتدال رکھیں۔

یہ بھی کہ خوف کے مقابلہ میں امید غالب ہونی چاہیے۔ بعض لوگ اپنے گناہوں پر اتنے پریشان رہتے ہیں کہ ان کی امید ہی ختم ہو جاتی ہے، یہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔

✷ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک نوجون کے پاس گئے اور وہ موت کی، نزع کی حالت میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم خود کو کیسا پا رہے ہو؟ وہ شخص بولا میں اللہ سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں لیکن اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے کے دل میں ایسے موقع پر خوف اور امید دونوں جمع ہو جائیں تو اللہ اسکو وہ چیز دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اس سے بچا لیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔

یاد رکھیے:

امید کو غالب رہنا چاہیے۔

اللہ سے حسن ظن رکھنا چاہیے۔

اچھے خیالات زیادہ رکھنے چاہیے بجائے اس کے کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں پر پریشان ہی رہے۔

❖ آیت8-11

اس سورت کے اندر ایک خاص چیز دیکھیں گے اس کے مفہوم میں کہ دو مختلف چیزوں کا کثرت سے ذکر کیا گیا ہے جیسے خوف اور امید کا ذکر کیا گیا ہے، سورج اور چاند کا ذکر کیا گیا ہے، یہاں پر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں ہوتا اس کا ذکر کیا گیا، غیب اور حاضر کا ذکر کیا گیا۔ مخفی اور ظاہر، رات کی تاریکی یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو پھر تضاد، دو چیزوں کا موازنہ، آگے اور پیچھے، پھر دو چیزوں کی بات۔

یہاں ایک بڑی خوبصورت بتائی گئی کہ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نگران ہوتے ہیں۔ جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

سبحان اللہ ہمیں پتہ بھی نہیں، لاعملی کے باوجود ہماری حفاظت ہو رہی ہے جنات سے، ضرر رساں انسانوں، کیڑوں مکوڑوں سے۔

✧ مجاہد کہتے ہیں کہ:

ہر انسان پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو نیند کی حالت میں اور جاگتے ہوئے جنات، انسانوں اور کیڑے مکوڑوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے سوائے اس چیز کی جس کی اللہ نے اجازت دی ہو تو وہ اس شخص کو پہنچ کر رہتی ہے۔

✧ کعب احبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اگر اللہ عزوجل نے تم پر فرشتے مقرر نہ کیے ہوتے جو تمہارے کھانے، تمہارے پینے، تمہارے پردے کی چیزوں میں تمہارا دفاع نہ کرتے تو جن تمہیں اچک کر لے جاتے۔

اسی طرح اعمال record کرنے والے فرشتے بھی موجود ہیں اور وہ انسان کے اچھے برے سارے اعمال لکھ رہے ہیں جمع کر رہے ہیں۔

اعمال پر محافظ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔

✷ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

لوگوں میں سے جس آدمی کو بھی جسمانی طور پر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ اس کے محافظ فرشتوں کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے دن اور رات میں وہی عمل لکھتے رہو جو یہ خیر اور بھلائی کے عالم میں کرتا رہا ہے جب تک کہ یہ میری قید میں ہے یعنی (بیماری میں ہے۔)

❖ آیت 12-13

خوف اور طمع، پھر دو کی بات۔

بادلوں کے گرجنے میں زمین والوں کے لیے امید بھی ہے اور وعید بھی ہے، جہاں انسان خوش ہوتا ہے وہیں ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں یہ اپنی حد پار کر گئی تو عذاب بن جائے گا۔

الرعد ایک فرشتے کا نام بھی ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے۔ تو یہاں رعد اور ملائکہ دو چیزوں کا ذکر ہے۔

❖ آیت 14

یاد رکھیے:

کہ جب انسان اللہ کے علاوہ کسی اور بت، درخت، پتھر، حجر، پہاڑ، ستارے کو پکارتا ہے کہ وہ مدد کرے تو وہ تو سنتے ہی نہیں اور مدد بھی نہیں کرتے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی پانی کے کنارے کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلائے اور پانی سے کہے کہ آجاؤ، میرے ہاتھ میں آجاؤ تو میں پی لوں تو وہ نہیں آتا، کچھ نہیں ملتا اس کو، جتنا مرضی ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہے۔

غیر اللہ کے آگے ہاتھ پھیلانا ایسا ہی ہے جیسے انسان پانی کے آگے ہاتھ پھیلا کے اس کو حکم دے کہ آؤ تو وہ نہیں آتا۔

❖ آیت 15

اس آیت میں سجدہ کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

❖ آیت 16

اندھے اور بینا، اندھیرے اور نور پھر (موازنہ)comparison. کیا گیا ہے

❖ آیت17

اللہ تعالی نے آسمان سے پانی برسایا یعنی وحی اتاری۔

بارش سے وادیاں بہہ نکلیں۔۔۔اس وحی الہی سے لوگوں نے اپنی وسعت کے مطابق علم لے لیا اور پھر اس کو آگے لے چلے، وادیاں بہہ نکلیں۔

تو اللہ تعالی جب آسمان سے وحی اتارتا ہے علم شرعی اتارتا ہے تو اس کی مثال نازل شدہ پانی کی طرح ہے کیونکہ علم سے دلوں کی زندگی ہے۔ جب آپ علم کی مجلس میں آتے ہیں تو دل کی حالت کچھ اور ہوتی ہے اور جب جاتے ہیں تو کچھ اور ہو چکی ہوتی ہے۔

جس طرح پانی جسم کے لیے ضروری ہے زندگی ہے اسی طرح علم روح کے لیے ضروری ہے۔ اور پھر کچھ لوگوں کے اندر خیر ہوتی ہے تو وہ اس پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ خود بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

اسی طرح سونے چاندی کے میل کچیل کو بھی دور کیا جاتا ہے۔ جو خالص ہوتا ہے وہ فائدہ مند ہوتا ہے جو جھاگ ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے اور سونا، چاندی تپانے کے بعد خالص ہوتا ہے اسی طرح انسان بھی آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزرنے کے بعد کام کا بنتا ہے۔

❖ آیت18

سُوٓءُ ٱلۡحِسَابِ

ایسا حساب ہے جس میں انسان کے گناہوں کا محاسبہ اس طرح کیا جائے کہ کوئی بھی چیز نہ بخشی جائے۔Detailed Investigation کہ کوئی بھی کام کیوں کیا تھا۔

❖ آیت19-21

پھر (موازنہ)comparison.

دانشمند اور عقلمند کون ہے؟

جو عہد پورے کرتے ہیں یعنی عہد الست یا اس کے بعد لا الہ الا اللہ کا پڑھنا۔

رشتوں کو جوڑتے ہیں۔

رب سے ڈرتے ہیں۔

یہاں صلہ رحمی کی طرف اشارہ ہے۔

✧ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو اپنے رب کا تقوی اختیار کرے اور صلہ رحمی کرے اس کی موت میں تاخیر کر دی جاتی ہے، اس کے مال میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور اس کے گھر والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

سبحان اللہ، آپ رشتوں کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرتے ہیں تو وہ جواباً آپ کے ساتھ محبت کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص صلہ رحمی کے لیے جتنا عطیہ دیتا ہے، (جیسا گفٹ دیتا ہے، جتنا خرچ کرتا ہے) اللہ اس کے مال میں اتنا ہی اضافہ کر دیتا ہے۔

لیکن سب سے مشکل رشتہ داروں کو ہی دینا لگتا ہے، دوست احباب کو بھی تحفہ تحائف دے دیتے ہیں، اپنی ذات پر بھی، اپنے بچوں وغیرہ پر بھی لیکن بہن بھائیوں اور ان کے بچوں اور جو صلہ رحمی کے مستحق ہیں ان کا عام طور پر خیال نہیں رکھتے۔

رمضان شروع ہو چکا ہے ہم سب کو ایک لسٹ بنانی چاہیے کہ ہمارے خاندان میں کون کوں ضرورت مند ہے انہیں اسپیشل گفٹ بھجوائیں۔ اور ان میں سے جو اچھے بھلے ہیں آپ ان کو عیدی بھی بھجوا سکتے ہیں۔

ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی محتاج اور فقیر ہی ہو تو اس کو دینا ہے۔ عیدی دینے کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟

تعلق جڑ جاتا ہے، بچے خوش ہو جاتے ہیں، انتظار کر رہے ہوتے ہیں، اور مرنے کے بعد بھی یاد کرتے ہیں کہ ہماری نانی ہمیں عیدی دیا کرتی تھیں۔

تو دنیا میں بھی فائدہ مال میں اضافہ، عمر میں اضافہ، اور آخرت میں حساب آسان۔

❖ آیت 22

وَيَدۡرَءُونَ بِٱلۡحَسَنَةِ ٱلسَّيِّئَةَ

بدسلوکی کے مقابلہ میں حسن سلوک،

انسان سے غلطی تو ہو جاتی ہے لیکن ساتھ ہی نیکی کر لے، اگر کسی کے ساتھ زیادتی ہو جاتی ہے تو اس سے sorry کر لے۔

نبی ﷺ کا اخلاق کیا تھا ایک بدونے آپ کی چادر اس طرح پکڑی کہ آپ کے جسم میں نشان پڑ گیا۔ اس نے کہا مجھے بھی اس مال میں سے دیجیے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ آپ دیکھ کر مسکرائے اور حکم دیا کہ اس کو کچھ دیا جائے۔

برائی کے بدلہ میں بھلائی۔

❖ آیت 24

کہیں گے تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے دنیا میں مصیبتوں پر صبر کیا۔ صبر کا بدلہ جنت ہے۔

وہاں مشکل ہوئی، کڑوے دن گزرے، لیکن انجام اچھا ہوا۔ کامیابی یہی ہے۔

❖ آیت 25

اب دوسرے گروہ کی بات، پھر comparison ہے۔

نہ اللہ کا حق دیتے ہیں نہ بندوں کا دیتے ہیں۔ دنیا میں بھی عذاب میں ہیں اور آخرت کا عذاب بھی منتظر ہے۔

❖ آیت 26

حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی حقیر سا فائدہ ہے، سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ بھی نہیں۔

❖ آیت 28

دل اللہ کے ذکر سے اطمنان پاتے ہیں تجربہ کر کے دیکھ لیجیے۔

جب دل گھبرا رہا ہو تلاوت شروع کر دیجیے کرتے رہیے کرتے رہیے، جب تک چین نہ آجائے، اور آپ ہلکے نہ ہو جائیں۔

ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر سے یقیناً اطمینان پاتے ہیں، ہاں اگر ایمان کی کمی ہو یا اللہ سے بدگمانی ہو تو پھر اور بات ہے۔

یہاں پر اللہ کے ذکر پر ثابت قدمی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور اگر ذکر سے دل مطمئن نہ ہو تو اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیے۔ جیسے

قَالَتِ ٱلۡأَعۡرَابُ ءَامَنَّاۖ قُل لَّمۡ تُؤۡمِنُواْ وَلَٰكِن قُولُوٓاْ أَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ ٱلۡإِيمَٰنُ فِي قُلُوبِكُمۡۖ(الحجرات14)

دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لائے کہہ دیجیے تم ایمان نہیں لائے، یہ کہو ہم مسلمان ہو گئے (ہم بھی پیدائشی مسلمان ہیں، شعوری ایمان تو ہمارے اندر کم ہی داخل ہوتا ہے اگر وہ ہو تو ذکر لازماً فائدہ دے) اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

(جب ایمان داخل نہیں ہوا تو اطمینان کہاں سے داخل ہو گا۔)

یاد رکھیے:

راحت پانے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن ہے۔

یہ ایمان کی مشعل ہے۔ اطمینان کا راستہ ہے۔

ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

کون ہیں یہ ذکر کرنے والے؟

صرف ذکر ہی نہیں کرتے نیک عمل بھی کرتے ہیں۔

❖ آیت 31

وَلَوۡ أَنَّ قُرۡءَانٗا سُيِّرَتۡ بِهِ ٱلۡجِبَالُ أَوۡ قُطِّعَتۡ بِهِ ٱلۡأَرۡضُ أَوۡ كُلِّمَ بِهِ ٱلۡمَوۡتَىٰۗ بَل لِّلَّهِ ٱلۡأَمۡرُ جَمِيعًاۗ أَفَلَمۡ يَاْيۡـَٔسِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ

یعنی ایسے کرشمے بھی دکھائے جاتے تو بھی یہ کافر نہ مانتے۔

❖ آیت 33

یہ کافروں کی اصل میں چال ہے کہ انہوں نے غیر اللہ کو الہ بنا رکھا ہے۔

❖ آیت 35

یعنی کچھ لوگ، پچھلی کتابوں والے، قرآن سے خوش ہوتے ہیں۔

❖ آیت 38

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لوح محفوظ پر کچھ لکھا جائے، مٹادیا جائے، تقدیر بنے بگڑے وہ سب اللہ کے فیصلوں سے ہی ہوتا ہے۔

لیکن دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے۔

اسی طرح صلہ رحمی سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

❖ آیت 41

زمین کو گھٹانا دو طرح سے ہے:

یہ بات تو اب scientifically بھی (ثابت)proof ہو چکی ہے کہ زمین سکڑ رہی ہے۔

یہاں پر زمین کا سکڑنا اس معنی میں بھی ہے کہ زیادہ لوگ مسلمان ہو رہے ہیں، اہل کفر کے لیے زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔

❖ آیت 42

یعنی آنکھیں بند ہوتے ہی حقیقت سامنے آجائے گی۔

❖ آیت 43

اللہ اور ہر وہ شخص جو کتاب الٰہی کا علم رکھتا ہے پہچانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

سورت ابراہیم

❖ آیت 1

یہ جہالت کے اندھیرے، کفر کے اندھیرے، غموں کے اندھیرے، پریشانیوں کے اندھیرے، مایوسی کے اندھیرے۔ کتاب ان سارے اندھیروں سے انسان کو نکالتی ہے اور یہ اس کتاب کے آنے کا مقصد ہے۔

❖ آیت 2

کون ہے اللہ؟ جس کی طرف لائیں

وہ جو ہر چیز کا مالک ہے۔

❖ آیت 3

یہاں یَسۡتَحِبُّوۡنَ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے دنیا کو ناجائز طریقہ سے طلب کرنا، جو شخص آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا اور اس کی زینت کو ترجیح دیتا ہے، دنیا کی نعمتوں میں زندہ رہنا چاہتا ہے، اس کو پسند کرتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف جانے سے لوگوں کو روکتا ہے۔

کیونکہ جو خود دنیا سے محبت رکھتے ہیں جن کا مقصد دنیا ہی دنیا ہوتا ہے وہ اگر کسی کو دیکھیں کہ وہ دنیا سے ذرا کنارہ کشی کر کے اللہ کی طرف جا رہا ہے تو اس کے بھی پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کو بھی روکتے ہیں۔

❖ آیت 4

رسول نے قوم کی زبان میں بات کی تاکہ language barrier نہ ہو، پیغام through ہو جائے۔

❖ آیت 5

توخوشحالی یا تکلیف، نعمتیں یا مصائب، ان باتوں کے ذریعہ اللہ آزماتا ہے۔

جو تکلیف پر صبر کرے اور نعمت پر شکر کرے تو اللہ تعالی کی طرف سے توفیق حاصل ہوتی ہے نیک کام کرنے سے۔

شکر کیا ہوتا ہے؟

شکر کہتے ہیں شکر دینے والے کی نعمت کا عاجزی، انکساری اور محبت سے اعتراف کرنا کہ اللہ نے دی ہے یہ۔

✧ ابن القیم کہتے ہیں کہ:

✧ پس جو شخص نعمت کو نہیں پہچانتا کہ یہ نعمت ہے (جیسے اسلام نعمت ہے یا کوئی تکلیف بھی نعمت ہے جیسے blessing in disguise) وہ اس سے جاہل ہے تو وہ اس کا شکر بھی ادا نہیں کرتا (اسی لیے مومن تکلیف میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یہ بھی کسی فائدے کے لیے ہی آئی ہے یا تو دنیا میں کوئی فائدہ ہو گا یا آخرت کے گناہ معاف ہوں گے۔)

✧ پھر ابن قیم کہتے ہیں کہ وہ نعمت کو تو پہچانتا ہے لیکن اس نعمت کے دینے والے کو نہیں پہچانتا، (یہ بھی شکر نہیں)

✧ پھر کہتے ہیں کہ جو نعمت اور نعمت دینے والے کو پہچانتا ہے لیکن اس نعمت کا انکار کرتا ہے تو وہ بھی ناشکرا ہے۔

✧ پھر نعمت، نعمت عطا کرنے والے کو پہچانتا ہے اس کا اقرار بھی کرتا ہے، اس کا انکار نہیں کرتا لیکن نعمت دینے والے کے لیے عاجزی اختیار نہیں کرتا، نہ اس سے محبت کرتا ہے، نہ اس سے راضی ہوتا ہے وہ بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

تو شکر کیا ہے؟ نعمت دینے والے کو پہچاننا، نعمت کا اقرار، نعمت دینے والے کے لیے عاجزی اختیار کرنا، اس سے محبت کرنا، اس سے راضی ہونا اور اس نعمت کو دینے والے کی محبوب جگہ اور اس کی اطاعت کے کام میں خرچ کرنا۔

تو دراصل یہ ہے شکر جسے شکر ادا کرنا کہتے ہیں۔

ایک کتاب ہے شکر گزار کہاں ہے؟ اس میں یہ سب شکر کی تعریف میں لکھا ہوا ہے۔

ویسے بھی اس میں شکر گزاری کے بہت سے فائدے پتہ چلتے ہیں تو بک اسٹور سے ضرور لیجیے کیونکہ ایسی کتابیں علم میں اضافہ کرتی ہیں، اور علم روشنی ہوتی ہے اور انسان اس سے پھر خیر و بھلائی کی طرف جاتا ہے۔ خصوصاً شکر ادا کرنا انسان کو positive بنا دیتا ہے۔

❖ آیت 7

انعام پر، نعمت پر انسان شکر ادا کرے تو اللہ کا فضل بھی بڑھ جاتا ہے اور **وہ فضل کیا ہوتا ہے؟** مزید نیک کاموں کی توفیق ملتی جاتی ہے۔ اور اس پر اجر بھی ملتا ہے۔

شکر سے نعمت قید ہو جاتی ہے۔

بیماری میں بھی انسان شکر ادا کرے تو اللہ تعالی پہلے سے اچھی صحت دے دیتا ہے۔

بیماری صحت کا باعث بن جاتی ہے کئی چھپے ہوئے امراض درست ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ناشکری پر، کہ واویلا مچادے انسان اور کہے کہ میں ہی کیوں، مجھ پر ہی کیوں مشکل آئی تو اللہ کی ناراضگی آتی ہے۔ ہر حال میں شکر کے کلمات ادا کرتے رہنا چاہیے۔

خواتین کو خاص کر شکر ادا کرنے میں مشکل ہوتی ہے جس کی طرف نبی ﷺ نے توجہ بھی دلائی کہ وہ شوہروں کی شکر گزار نہیں ہوتیں۔ ان کی طرف سے جو ملتا ہے اس کا کوئی ذکر نہیں اور کوئی تکلیف پہنچے تو سب کو نشر۔

❖ آیت10

الٹا پیغمبروں کی نیت پر شک کیا ان کی بات کو twist کیا ان کی بات کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔

پیغمبر کس چیز کی طرف بلا رہے تھے اور وہ اس کو کس طرح interpret کر رہے تھے۔ جو بھی اللہ کی طرف بلاتا ہے ضروری نہیں لوگ اس کی بات کو سمجھ جائیں، بعض اوقات وہ اس کو غلط معنی دیتے ہیں اور خوب تنقید کرتے ہیں حالانکہ آپ نے وہ بات کہی نہیں ہوتی۔

ایسے میں یہ چیز بڑی تسلی دیتی ہے کہ اللہ تو جانتا ہے ہم کیا کر رہے ہیں۔

اب مثلاً: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ہی صبر کا حکم دے رہے ہیں کتنی دفعہ صبر کا ذکر ہوا، کتنی دفعہ شکر کا ذکر ہوا۔ تو اگر کوئی شخص آپ کو یہ کہے کہ آپ روز یہی قصہ سناتی ہیں کہ صبر کرو، شکر کرو، صبر کرو، شکر کرو۔ تو یہ کس نے کہا ہے؟

میں اپنے پاس سے تو نہیں گھڑ کر کہہ رہی کہ یہ کرو یہ تو جس نے ہمیں پیدا کیا ہے وہی پیغام دے رہا ہے اگر ہم یہ کریں گے تو ان فائدوں کو بھی پہنچیں گے اور اگر ہم صبر و شکر نہیں کرتے تو miserable life گزارتے ہیں، ہر وقت کڑواہٹ بھری رہتی ہے ہمارے منہ میں، جب بات نکلتی ہے منہ سے تو کڑوی ہی نکلتی ہے۔ ظاہر ہے جیسا منہ ہو گا ویسی ہی نکلے گی یا جیسا دل ہو گا ویسی ہی خیالات ہوں گے آپ کے دوسروں کے بارے میں، پھر آپ کو دوسروں کی بات بھی سمجھ نہیں آتی، ان کی خیر خواہی بھی آپ کو نظر نہیں آتی کہ وہ آپ کے لیے اچھا چاہتے ہیں۔

تو ایک بدگمانی سو بیماریوں کو جنم دیتی ہے انسان میں۔

❖ آیت14

اللہ کے غضب اور اسکی وعید سے ڈرنا ایمان کی علامت ہے۔

رب کی نافرمانی سے ڈرنا یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔ جب ہم کوئی غلط کام کر لیتے ہیں تو ہمیں ڈر لگنا چاہیے۔ کہ کہیں ہماری پکڑ نہ ہو۔ بعض اوقات انسان گناہ کی وجہ سے اپنے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور وہ رزق صرف مال و دولت نہیں ہوتا، کسی نیک کام کی توفیق اور اس کو اچھی طرح کرنے کی توفیق بھی ہو سکتی ہے۔

اور رب سے ڈرنے والے کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

وَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ (سورۃ الرحمن)

اور ہر اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو، دو باغ ہیں۔

کیونکہ یہ خوف انسان کو بری بات زبان سے نکالنے سے روکتا ہے، Bad behavior سے روکتا ہے، اچھا مخلص انسان بناتا ہے، اچھی عبادات کرواتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں۔

❖ آیت 17

✧ ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ

کافر کو موت اس کے جسم کی ہر جگہ سے آئے گی حتیٰ کہ اس کے بالوں کے کناروں سے بھی، اس کے جسم کی ہر جگہ میں پائے جانے والی دردوں اور تکلیف کی وجہ سے ہر طرف سے موت اس کو گھیرے ہوئے ہو گی۔

✧ ضحاک کہتے ہیں کہ:

اس کے پاس موت ہر جانب اور ہر جگہ سے آتی ہے یہاں تک کہ اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے بھی۔

یعنی ہر طرف سے وہ نزع اور سکرات میں پکڑا ہوا ہو گا۔

❖ آیت 21

تو ہدایت کی رغبت دنیا میں ہی ہو جانی چاہیے آخرت میں کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

❖ آیت 22

اب یہاں سے خطبہ شیطان شروع ہوتا ہے کہ جب سارے انسانوں کا فیصلہ ہو چکے گا، جنت والے جنت میں چلے جائیں گے، جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے، شیطان ایک خطبہ دے گا۔ کیا کہے گا۔

ابلیس (لعنہ اللہ) جہنم میں جا کے جو تقریر کرے گا اس کا مقصد کیا ہے؟ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔

تاکہ لوگوں کو اور زیادہ غم میں مبتلا کرے، ان کو حسرتیں دلائے، انہیں مزید خسارے میں ڈالے، ان کو پریشان کرے۔

دیکھیے:

ایک شخص آپ کو دھوکہ دیتا ہے آپ کو پتہ نہیں چلتا تو آپ کا غم آدھا ہوتا ہے لیکن جب آپ کو پتہ چل جاتا ہے اس نے آپ کو چیٹ کیا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے۔ اور اگر وہ شخص بدتمیز ہو کر آپ کے منہ پر آکر بولنے لگے کہ میں نے کیا ہے تمہارے ساتھ۔ تو وہ اور زیادہ دکھی کر دیتا ہے انسان کو۔

یہاں شیطان کا یہی حال ہوا۔ جو جرم وہ کرتا رہا ہے یہاں علی الاعلان اقرار کرے گا کہ ہاں میں نے کیا تھا یہ سب کچھ۔

تو یہ مجرم یہ دشمن دنیا میں بھی دشمنی کر رہا ہے، ہر وہ راستہ جو اللہ کے راستے سے دور کرے وہ شیطان کا راستہ ہے، وہ بظاہر کتنا بھی خوشنما نظر آتا ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

❖ آیت 23

ہر کوئی ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت سلام کرے گا۔

اللہ تعالی اپنے بندوں کو سلام بھیجے گا، مومن بندے ایک دوسرے کو ملاقات پر سلام کہیں گے، فرشتے صبح شام سلام کرنے آئیں گے۔ سلام ہی سلام کی پکار عام ہو گی۔

تو کیا ہم دنیا میں سلام نہیں کریں گے؟

آج ہمار نسلیں سلام بھولتی چلی جا رہی ہیں hi , you ادھر ادھر کی اور اس میں وہ بھی فخر کرتے ہیں اور ہم بھی خوش ہوتے ہیں ان پر اور ان کو سمجھاتے نہیں کہ کتنا بڑا فرق ہے، یہ کس راہ پر چل پڑے، شیطان نے یہ کلمات ان کے لیے خوبصورت بنادیئے جن کا کوئی مطلب ہی نہیں۔ تو اس لیے جو ہماری اقدار ہیں، traditions ہیں، سنتیں ہیں ان کو بھی consciously اپنانا چاہیے، کسی کام کے شروع میں بسم اللہ کہنا، الحمد للہ کہنا، اللہ کا ذکر بلند آواز سے اعتماد سے کرنا احساس کمتری کا شکار ہیں نہ ہوں

ہم کیوں دوسری تہذیبوں سے متاثر ہیں کہ وہ زیادہ ترقی یافتہ لوگوں کی باتیں ہیں اور مسلمان backward ہیں تو ان کے سارے طور طریقے بھی جو اللہ ورسول نے بتائے ہیں وہ بھی شاید backward ہیں نہیں۔ comparison کر کے دکھائیں کہ کیا بہتر ہے اس میں سے۔

تو جنت سراسر سلامتی کی جگہ ہے جس کا آغاز مسلمان ہونے سے ہوتا ہے، اسلام لانے سے ہوتا ہے، اور سلامتی اور peace کو عام کرنے سے ہوتا ہے۔

گھروں میں اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو محفوظ رکھیں، گھر کے باہر، دوستوں میں جہاں جس کے ساتھ مل کے کام کر رہے ہیں، اکھٹے سفر کر رہے ہیں، لین دین کر رہے ہیں کسی بھی جگہ پر، colleagues ہیں ان سب کے لیے آپ سلامتی کا پیغام بن جائیں۔ آپ کو دیکھیں تو انہیں تسلی ہو کہ مجھے اس شخص سے کوئی خطرہ نہیں، مجھے اس شخص سے کوئی خوف نہیں یہ امن کا پیغامبر ہے۔

افسوس یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی یہ شناخت گم ہو گئی، یہ ہماری پہچان ہیں، سلامتی کا پیغام ہماری پہچان ہیں اور یہی سلامتی کا ذریعہ بنے گا۔

❖ آیت 24

شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کونسا درخت ہے؟

✷ حدیث سے پتہ چلتا ہے: کہ یہ کھجور کا درخت ہے

نبی کریم ﷺ کے پاس کھجور کے درخت کا خوشہ لایا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی (أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا---وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ) فرمایا کہ یہ مومن کی مثال ہے۔

درخت سے تشبیہ کیوں دی گئی؟

▪ درخت اس وقت تک درخت نہیں بنتا جب تک اس میں تین چیزیں نہ پائی جائیں۔

مضبوط جڑ

سیدھا کھڑا ہونے والا تنا

بلند شاخیں

اگر ان میں کوئی ایک چیز بھی نہیں تو وہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح ایمان بھی تین چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

ا-دل کی تصدیق (کہ جڑیں دل میں جمی ہوئی ہیں کہ پکا یقین ہے کہ اللہ ایک ہے، رسول برحق ہے، آخرت برحق ہے۔ مختلف جڑیں ہیں ادھر اُدھر پھیلی ہوئی ہیں اور دل کو انہوں نے پوری طرح اپنے کنٹرول میں لیا ہوا ہے، دل کہیں اِدھر اُدھر مائل ہی نہیں ہوتا)

۲-زبان سے اقرار، اس کا اظہار۔

۳- جسم سے عمل

تو ایمان کے تین حصے ہیں تصدیق، اقرار اور عمل۔

دل سے تصدیق

زبان سے اقرار

اور جوارح سے عمل

(سدابہار) Ever green

جس انسان کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جاتا ہے، جس کی زبان مستقیم ہو جاتی ہے، جس کا عمل خوبصورت ہو جاتا ہے وہ ہر وقت لوگوں کو فائدہ پہنچا رہا ہوتا ہے۔

آپ اس سے ملاقات کریں، آپ اس سے بات کریں، آپ اس سے کوئی سوال کریں، آپ اس سے کسی طرح کی کوئی مدد چاہیں تو وہ آپ کو let down نہیں کرے گا، وہ اگر آپ کے کام آگیا تو ٹھیک نہ آسکا تو کسی اور سے کہہ کر آپ کا کام کروادے گا۔ اس کے اندر خیر ہی خیر ہوتی ہے، وہ سوچتا بھی اچھا ہے دوسروں کے لیے، بولتا بھی اچھا ہے چاہے سامنے ہو یا پیچھے ہو اور اچھے کام بھی کرتا ہے۔

خوبصورت عمل، خوشبودار اور اچھے انسان کی شکل میں انسان کے ساتھ ہوگا، قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔

تو قبر کی تنہائیوں اور وحشتوں سے ڈر لگتا ہے کہ پتہ نہیں کیسی جگہ ہوگی تو اس سے اچھا عمل کرنے شوق بڑھتا ہے کہ خوبصورت عمل کریں

تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ

کیا ہم وہ درخت ہیں جو ہر وقت پھل دے رہا ہے؟

اگر نہیں تو کسی کو دیکھیں تو مسکرا دیں یہ بھی پھل دینا ہے۔ever green

باقی آپ دیکھیں سارے درخت خزاں میں جھڑ جاتے ہیں اور دیکھیں تو دل گبھراتا ہے ان کو کہ یہ کیا ہوا سب کچھ لٹ گیا، لٹے پٹے ہوتے ہیں لیکن کھجور کا درخت کسی موسم میں نہیں لٹتا۔ وہ سبز ہی رہتا ہے اور پھر یہ تو مومن کی مثال ہے کہ ہر موسم میں ہر طرح کے حال میں، اچھا ہمارا حال یہ ہوتا کہ جب اچھے دن ہوں تو ہم اچھے خوش اخلاق ہوتے ہیں اور ذرا تھکے ہوئے ہوں اور ذرا بیمار ہوں یا کوئی ہمیں پریشان کردے تو پھر دیکھیں کہ ہم کیا ہوتے ہیں۔ پھر ہمارے پھلوں کا سیزن ختم ہو جاتا ہے۔ کبھی دن کو اچھے ہوتے ہیں تو رات کو اچھے نہیں ہوتے اور کبھی رات کو اچھے ہوتے ہیں تو دن کو اچھے نہیں ہوتے۔

تو اب دن کی عبادتیں بھی اور رات کی عبادتیں کرنے کا موقع ہے اللہ ہمیں توفیق دے دے اور قبول کرلے۔

تو مومن کے نیک اعمال رات اور دن ہر موقع پر، ہر وقت اس کو اوپر بلند کرتے رہتے ہیں۔

❖ آیت26

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ

جو جڑی بوٹیاں سی ہوتی ہیں جو زمین میں پھیلی ہوتی ہیں کانٹوں والی جو بھی گزرے اس کو پکڑ لیتی ہیں۔

❖ آیت27

دنیامیں ان کو استقامت نصیب ہوتی ہے، وہ اچھے کام کرتے رہتے ہیں۔

✷ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

مومن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں پھر وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں تو یہ اللہ کے اس فرمان کی تعبیر ہےيُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱلۡقَوۡلِ ٱلثَّابِتِ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِۖ

اور آخرت کی پہلی منزل قبر ہے۔

لیکن جو ظالم ہیں ان کو اللہ تعالی حق بات سے محروم رکھے گاوَيُضِلُّ ٱللَّهُ ٱلظَّٰلِمِينَۚ وَيَفۡعَلُ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ

یعنی ظالموں کو ان کی قبروں میں یہ کلمہ نصیب نہیں ہو گا وہ صحیح جواب نہیں دے سکیں گے۔

✷ طویل حدیث کا حصہ ہے:

آپ نے موت کا ذکر کیا اور فرمایا کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے ؟وہ کہتا ہے لا ادری۔ مجھے نہیں پتہ۔ پھر اس پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا؟ وہ کہتا ہے مجھے نہیں پتہ۔۔ پھر دین کے بارے میں پوچھتے ہیں تو یہی جواب دیتا ہے۔ تو منادی کرنے والا آسمان سے ندا دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا اس کے لیے آگ کا بستر بچھادو، اس کے لیے آگ کا لباس پہنادو اور دوزخ کی طرف کا دروازہ کھول دو۔ پھر فرمایا جہنم کی طرف سے تپش اور سخت گرم ہوا آنے لگتی ہے، قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ پسلیاں ایک دوسرے کے اندر گھس جاتی ہیں، پھر اس پر اندھا، گونگا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایسا بھاری گرز ہوتا ہے کہ پہاڑ پر مارا جائے تو پہاڑ مٹی مٹی ہو جائے پھر وہ اس کے ساتھ ایسی چوٹ مارتا جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ مشرق اور، مغرب کے درمیان کی ساری مخلوق سنتی ہے پھر وہ مٹی مٹی ہو جاتا ہے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر روح لوٹائی جاتی ہے اور اور پھر یہی دہرایا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالی ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے اور منافق کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔

❖ آیت29

یعنی ایمان کو کفر سے بدل ڈالا۔

❖ آیت31

تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ کم و بیش روزانہ صدقہ کی بات ہوتی ہے۔

کل ہی کسی نے مجھ سے پوچھا کہ ہر روز تو کوئی لینے والی نہیں ہوتا تو کیا کریں؟

تو اس پر میں نے یہ کہا کہ آپ اپنے گھر میں ہی صدقہ باکس بنالیں اور ہر روز اس میں ڈالتے جائیں، ہفتے کے ہفتے، رات کو دن کو جب کبھی مسجد جائیں ساتھ لے جائیں اور اس میں آپ دیکھیے کہ جس بھی چیز پر آپ خرچ کرتے ہیں وہ صدقہ ہی کہلاتا ہے کوئی صدقہ جاریہ ہوتا ہے جو تعلیم وغیرہ پر خرچ کیا جاتا ہے اور کچھ فقراء اور مساکین کو کھلانے کو انکی ضروریات پوری کرنے کے کام آتا ہے تو ہمیں اللہ کے راستے میں دے دینا چاہیے۔ ہمیں ملے گا اجر ہماری نیت کے مطابق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دونوں کا طریقہ مختلف تھا۔ ایک ان میں سے وہ تھیں ان کے پاس جو آتا فورا نکال دیتی اور دوسری جمع کرتی رہتی تھیں جب ایک certain amount جمع ہو جاتی، ایک قابل ذکر پھر اکھٹا دیتیں۔

آپ جو بھی طریقہ اختیار کریں لیکن دیتے رہیں قُل لِّعِبَادِيَ

اللہ کہہ رہا ہے کہ میرے بندوں سے کہیے تو کیا ہم اللہ کے بندے نہیں بنیں گے؟ کہ اللہ میں تیری بندی ہوں۔

جب اللہ کی بندی ہیں تو پھر اللہ نے جو کہا ہے وہ کریں۔ يُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

پہلا کام اقامت الصلوۃ

جو رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے چھپا کے بھی خرچ کریں اور دکھا کر بھی۔ جیسے گھر میں بچوں کو سمجھانا ہے بتانا ہے تو ان کے سامنے خود بھی ڈبے میں ڈالیں اور ان سے بھی ڈالوائیں خاص کر کیش وغیرہ۔

اب تو مشکل یہ ہو گئی ہے کہ ہر چیز کارڈ پر چل رہی ہے، چینج رکھنا ہی نہیں چاہتے کیونکہ بیگ بھاری ہو جاتا ہے تو اب پہلے گھروں میں پورے پورے باکس COINS سے بھر جاتے تھے اب وہ سلسلہ بھی نہ ہونے کے برابر ہو گیا ہے لیکن کچھ بھی کرے انسان اپنے ہاتھ سے آگے کے لیے دے تاکہ اگلی منزلیں آسان ہوں۔

موت کے وقت انسان سے پوچھا جائے کہ تم کیا کرنا چاہو گے تو وہ کہے گا مجھے دنیا میں بھیجو میں صدقہ کر کے آتا ہوں وہ یہ نہیں کہے گا کہ نماز پڑھوں یا کچھ اور کروں۔

❖ آیت33

سبحان اللہ ہمیں رات لانی نہیں پڑتی، پردے نیچے کرنے پڑتے ہیں لیکن رات خود ہی آجاتی ہے۔ اگر رات بھی لانی پڑتی سونے کے لیے تو پتہ نہیں کب لاتے اور کب اسے چھوڑتے بھی ہاتھ سے۔

یہ تو شکر ہے اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔

❖ آیت35

توحید پر شہر کی بنیاد رکھی جارہی ہے اور ڈر ہے شرک کا۔ ہمیں کبھی شرک سے ڈر ہی نہیں لگا اور بچوں کے لیے بھی نہیں لگتا۔

❖ آیت36

وہ پچھلا ان کو یاد تھا جو ان کے والد اور ان کی قوم کر رہی تھی۔

باپ سے رشتہ ختم ہو چکا ہے وہ نسبی رشتہ تھا اب میرا کون ہے جو میرے دین پر ہو گا۔

انبیاء کا اخلاق کیا ہے وہ نافرمانوں کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔

جیسے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ دوس نے نافرمانی کی ہے تو آپ نے دوس کے لیے دعا کی تھی

اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ

اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور انہیں دین میں واپس لے آ۔

❖ آیت37

ہم اپنے بچوں کو کہاں settle کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں وہ ہم سے بھی بہتر زندگی بسر کر سکیں۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی خاطر بچوں کو کہاں لا بٹھایا جہاں دنیا نہیں تھی تاکہ وہ نماز قائم کریں۔

محبتوں کی دعا بھی کی اور کھانے کے لیے بھی بہترین چیز مانگی۔

رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً

بے شک آپ دین کے لیے قربانیاں کریں لیکن حسنۃ مانگتے رہیں یہ نہیں کہا کہ اپنے آپ کو مشقتوں میں ہی رکھنا پسند کریں لیکن اللہ کی خاطر اگر قربانی کرنی پڑے کبھی نعمتیں اور آرام چھوڑنے پڑیں تو خوشی سے چھوڑ بھی دیں۔

❖ آیت43

یعنی جہنم کی ہولناکی آنکھ نہ جھپکنے دے گی شدید گھبراہٹ کی کیفیت ہو گی۔

❖ آیت44

یعنی نعمتیں پا کر تم اکڑ گئے تھے اور سمجھتے کہ یہ ٹلنے والی نہیں۔

❖ آیت50

یہ سخت ترین عذاب ہے جس کی یہاں تفصیلات بیان کی جا رہی ہیں۔

❖ آیت52

هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

قرآن کے آنے کا مقصد

- اس کو لوگوں تک پہنچایا جائے
- اس سے لوگوں کو خبر دار کیا جائے

▪ اس سے لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ اللہ ایک ہے

▪ اور اس سے عقل مند لوگ نصیحت پکڑیں

تو اس لیے بہت ضروری ہے کہ ہم سب خود بھی قرآن پڑھنے والے ہوں، گھر والوں کو بھی اس طرف راغب کریں۔

گھر میں خود بھی سنیں اور مردوں کو بھی سنوائیں۔

رمضان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھیں۔

سورت الحجر

❖ آیت 1

اللہ ہمیں اس پر عمل کرنے والا بنادے اور اسے دور دور تک پہنچانے والا بنادے۔ آمین

پارہ 13 کے اہم نکات

1۔ نفس کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

ا- نفس امارۃ

۲- نفس لوامۃ

۳- نفس مطمئنۃ

2۔ انسان کی تین اہم Qualities

ا- صبر

۲- تقوی

۳- احسان

3۔ انسان کو کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔

4۔ انسان آزمائشیوں سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

5۔ ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے تو جب نعمت ملے تو اس کو بہت مشہور نہیں کرنا چاہیئے اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے تا کہ نعمت باقی رہے۔

6۔ قدرت کے باوجود معاف کرنا پیغمبرانہ اخلاق ہے۔

7۔ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہوتا ہے ہمیں اللہ سبحانہ وتعالی سے حسن ظن رکھنا چاہیئے اور امید زیادہ رکھنی چاہیئے۔

8۔ اگر ہمارا focus آخرت ہو جائے تو دنیا کے غم ہلکے ہو جاتے ہیں۔

9۔ معاف کرنے سے ماضی تو نہیں بدلتا لیکن مستقبل خوبصورت ہو جاتا ہے۔

10۔ گناہوں کی وجہ سے انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے۔

11۔ جتنی بڑی مشکل آتی ہے، جتنا بڑا امتحان ہوتا ہے اتنی ہی پھر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی آتی ہے۔

12۔ اپنے نفس کو کبھی پاک نہیں سمجھنا چاہیئے۔

13۔ دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے۔

14۔ صبر جمیل وہ ہوتا ہے جس میں شکوہ شکایت نہیں ہوتی۔

15۔ اخلاص کی وجہ سے انسان شیطان کی چالوں سے بچ جاتا ہے، اس کے قابو میں نہیں آتا۔ (مخلِصین پر وہ قابو نہیں پاسکتا)

16۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینا چاہیئے۔

17۔ اللہ کو پہچاننے والوں کیلئے لوگوں کی باتیں سننا، تنقید سننا آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مہینے کی برکتیں اور رحمتیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اور ہمارا یہ رمضان ہمارے پچھلے تمام رمضانوں سے بہترین گزرے اور جو بھی ہم چھوٹا یا بڑا عمل کریں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے قبول فرمالے۔

اکیڈمک ڈپارٹمنٹ

(کراچی ریجن)